تہذیب و ثقافت کے بنیادی مباحث

آمنہ بتول جعفری

ABSTRACT:
There is no specific boundries rearding proper limitations for culture in our society. We have no solid annd appropriate opinion which reveals the relation of culture with major factors. Hence its relation are bound both with the religion and land. Both the schools of thought, in this regard, have opinions Theroitical approches upon which, they based their ideas have broader spectrum or range.

تہذیب و ثقافت ایسے الفاظ جن کی بہت سی تعبیریں اور تشریحیں ہوتی رہی ہیں اور ہو رہی ہیں ان تشریحات سے کوئی فیصلہ کن جواب کا حصول ناممکن نہ ہی مشکل ضرور ہے تہذیب و ثقافت ہم معانی الفاظ ہیں یا دو مختلف سمتوں میں بہنے والے دھارے اور مسائل اور گمبھیر صورت اختیار کرجاتے ہیں جب ان دونوں کے لیے متبادل لفظ کلچر کا استعمال کیا جاتاہے ۔ انگریزی لغت میں جب ان الفاظ کے معنی تلاش کیے جائیں تو لغوی اعتبار سے لفظ کلچر ثقافت کے قریبی معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ لہٰذا مغربی ماہرین و مفکرین کے خیالات ان دونوں لفظوں کلچر+ثقافت کے لیے استعمال ہوئے ہیں جبکہ ہمارے ہاں یہ صورتحال ابھی تک واضح نہیں ہو سکی یا یہی وجہ ہے کہ ثقافت کا لفظ کبھی کلچر اور کبھی تہذیب کا لفظ کلچر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں جہاں تہذیب و ثقافت کے اصطلاحی مفہوم میں اختلافات نظر آتے ہیں وہاں اس موضوع سے متعلق کچھ مباحث ایسے ہیں جن پر ابھی تک اتفاق رائے نہیں ہوسکا۔ جن میں دو بنیادی مباحث جس پر ہمیں مختلف آرا بھی ہے ۔

۱۔ تہذیب و ثقافت دین کے تابع ہے ۔

۲۔ تہذیب و ثقافت کی جڑ یں زمین کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں اور جغرافیائی حدود میں پل کر جوان ہوتی ہیں ۔

تہذیب و ثقافت کو دین کے تابع قرار دینے والوں کے پاس سب سے بڑی تو جیح یہ ہے کہ اسلام کا تصور قومیت ایک وسیع تردائرے کی حیثیت رکھتاہے جس میں رنگ ، نسل ، نسب اور جغرافیائی حدود کی کوئی قید نہیں ہے اور اسلام کے اس تصورِ قومیت کے تحت کوئی شخص کسی بھی خطے میں رہتاہے کوئی سی بھی زبان بولتا ہے کسی بھی رنگ و نسل سے تعلق رکھتا ہے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد وہ اسلامی قومیت کا فرد متصور ہوگا چنانچہ اسلام کا یہی تصور و طنیت و قومیت جس میں خدا کی وحدانیت کو برتری حاصل ہے ختم نبوت کا تصور اور حیات بعدالموت

کا عقیدہ تہذیبی و ثقافتی رویوں کو یکسر تبدیل کردیتاہے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ یہ تصورات جوبعد ازاں اسلامی کلچر کے نام سے پکارے گئے وہ خالصتاً قومی یانسلی نہ تھے بلکہ ایک ایسا معجون مرکب تھے جس میں دنیا کی بعض بڑی اقوام اور نسلوں نے حصہ لیا جو مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں بودوباش رکھتی تھیں اس لیے اسلامی کلچر ایک معجون مرکب اور مختلف الاجزا کلچر بن گیا اس نے مقامی معاشروں کے وہ سب اجزا اور عناصر جزب کر لیے جو دین کے بنیادی اعلانات کے منافی نہ تھے ۔ یہی صورتِ حال ہمیں برصغیر پاک وہند میں بھی نظر آتی ہے ۔ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد تین مختلف صورتوں میں ہوئی مسلمان تاجر اور مبلغ دین کی صورت میں جنوبی ساحلوں پروارد ہوئے بنو اُمیہ کے دور میں سندھ پر فوج کشی ہوئی اور محمد بن قاسم کی قیادت میں اسے فتح کر کے اسلامی سلطنت کا حصہ بنا لیا گیا اور تیسرا وسط ایشیا سے ترک اور افغان درّہ خیبر کے راستے ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے اور باقاعدہ مسلم سلطنت کی بنیاد رکھ کر یہاں آباد ہوگئے ۔ مسلمانوں کی آمد سے برصغیر کے معاشرے میں یہ تبدیلی آئی کہ صدیوں سے ایک جمود نے جس معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا وہ ٹوٹ گیا اور ایسے موقع پر اسلام ایک سیدھے سادھے اور غیر پیچیدہ معاشرتی تنظیم کے جمہوری نظریات کے ساتھ سامنے آیا رہن سہن اور معاشرت میں تبدیلیاں آنے لگیں جن سے ایک نئی ثقافت کے خدوخال اُبھرنے لگے یہ وہی ثقافت تھی جسے وقت اور تاریخ نے آگے چل کر ہندمسلم ثقافت کا نام دیا۔

اس مسلم ثقافت نے برصغیر کے لوگوں کے رہن سہن ، طریقوں ، کھانے پینے کے آداب، میل جول کے آداب، قرابت داری، رسوم ورواج ، شادی بیاہ ، میلے تہوار ، ذوقی مشاغل ،بزم آرائی ، فنون لطیفہ اور فنون مفیدہ پر گہرے اور دور رس نتائج مرتب کیے اور ان اثرات کو مزید گہرا کرنے میں مساجد ، مدسوں اور خانقاہوں نے اپنا اپنا کردار ادا کیا ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ جب ہمارے ہاں تہذیب و ثقافت کے حوالے سے بحث کی جاتی ہے تو ہم اپنی جڑیں ہڑپہ یا موہنجودڑو کی بجائے اپنا سلسلہ ان مسلمانوں سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں جو وقتاً فوقتاً اس علاقے میں وارد ہوئے اب یہاں پر بھی دو باتیں قابلِ غور ہیں ایک تو یہ کہ اگرچہ مذہب ہماری زندگی کی بہت سی قدروں کا تعین کرتاہے لیکن کلچر کے کچھ اجزا ایسے ہوتے ہیں جن کا تعین مذہب اور خاص طور پر مذہب اسلام نہیں کرتا بعض مذاہب ایسے ضرور ہیں کہ جن کا تعلق کسی نسل سے ہے یا کسی جغرافیہ سے ہے جیسے ہندو مذہب یا صیہونی مذہب لیکن مذہب اسلام اور عیسائیت جو عالمگیر مذاہب ہیں یہ کسی نسل یا قوم کے ساتھ منسلک نہیں ہیں اس لیے ان سے وابستہ نسلوں اور قوموں کا ایک مخصوص کلچر ہے ایرانی تہذیب انڈونیشیا سے مختلف ہے ۔ اسی طرح مصر کی تہذیب عر ب سے مختلف ہے ۔ یونانی تہذیب ، رومی تہذیب سے جدا ہے ۔ اگرچہ ان تہذیبوں میں بہت سے ایسے عناصر ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان پر مذہب اور خاص طور پر مذہب اسلام کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔ مثلاً زبان ، لباس ، رہائش ، فن تعمیر کا اپنا ایک طریقہ اور انداز ہے ہمارا دین کسی پر پابندی نہیں لگاتا کہ اس طرح کا لباس پہنو اور اس طرح کا نہ پہنو یہ زبان بولو اور یہ نہ بولو صرف شرط یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ دینی اور شرعی احکامات کے مطابق ہو۔ اب

برصغیر میں داخل ہونے والے مسلمان اسلام کے پیروکار ہونے کے باوجود مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے تھے۔ پہلے عرب آئے پھر محمود غزنوی کے ساتھ عزتہ اور ہرات کے ترک غلام آئے ۔ تغلق ، خلجی ، غوری پٹھان اور مغل آئے اور بیچ میں ایرانی بھی ۔ اب یہ سب الگ الگ تہذیب کے نمائندہ تھے۔ اب اگر ہم عربوں سے اپنا رشتہ بناتے ہیں تو ان کی تاریخ امرایقس اور متبنی سے جاملتی ہے ۔ اگر اپنا رشتہ تغلقوں اور خلجیوں سے جوڑتے ہیں تو ان کی تاریخ چنگیزخان سے جا ملتی ہے ۔ اگر ایرانی اپنی تاریخ درفش کا دیانی سے جا شروع کرتے ہیں تو عراقی بابل کی تہذیب سے رشتہ جا ملاتے ہیں ۔ا ن میں سے کوئی بھی اسلامی ملک ایسا نہیں ہے جو اپنی تہذیبی تاریخ ، تاریخِ اسلام سے جوڑے ۔ اب یہاں ایک مشکل یہ بھی ہے کہ ہم ان تمام تہذیبوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اپنا رشتہ کیسے جوڑیں ؟ کیوں کہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ناتا جوڑنا اور کسی ایک کو فوقیت دینا ممکن نہیں ہے ۔ اگر ہم باامر مجبوری کسی ایک کا انتخاب کر بھی لیتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتاہے کہ کیا وہ ہماری تہذیب کہلوائے گی؟ تو جواب یقینا نفی میں ہوگا تو یہاں ہمیں ماننا پڑے گا کہ دین الگ چیز ہے اور قومیت الگ ۔ جس چیز کو ہم اسلامی تہذیب کہتے ہیں یا اسلامی فن تعمیر یا اسلامی ادب کا نام دیتے ہیں وہ ہر جگہ کسی نہ کسی قومی سانچے میں ظاہر ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ دین اسلام جہاں کہیں بھی گیا وہاں کے قومی سانچے میں ڈھل کے ظاہر ہوا ہے ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی تاریخ پانچ ہزار سال قبل یعنی موہنجوداڑو سے جوڑنے میں کیا قباحت ہے ؟ تو جواب اس کا بالکل واضح ہے کہ اگر ہم سب ان ادوار کو اپنی تاریخ کا حصہ مانتے ہیں تو اس زمانے کے تمام بڑے بڑے ہیروز مفکر اور فاتح کو بھی اپنا ہیرو ماننا پڑے گا اور اپنے تہذیبی موروثوں میں شامل کرنا پڑے گا۔ مثلاً : اشوک ، چندر گپت ، سکندر اعظم ، پورس ، راجہ سالو وغیرہ

لیکن مسئلہ یہاں یہ ہے کہ اگر ہم ان کو اپنے ہیروز مانتے ہیں تو پھر یہ الزام لاگو ہوجاتاہے کہ پھر بھارت اور پاکستان کی تاریخ میں کیا فرق ہے ؟ اور اس صورت حال میں ہمیں اپنے سیاسی نظریات میں تبدیلی کرنی پڑے گی اور چونکہ ہم اس تبدیلی کو ذہنی طور پر ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں اس لیے ہمارے ہاں ''ہند اسلامی کلچر '' کی بازگشت باربار سنائی دیتی ہے ۔ اب یہاں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر ہم پاکستانیت پر زور دیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم تاریخ کو اہمیت دے رہے ہیں اور تاریخ کو اہمیت دینے کی صورت میں پاکستان اور ہندوستان کی بہت سی مماثل باتوں اور چیزوں کو ماننا پڑے گا اور اس صورت حال میں اسلام کا عنصر دب جاتاہے اور اگر ہم اسلامیت پر زور دیتے ہیں تو پاکستانیت کے عنصر پر اثر پڑتاہے ۔ اس مسئلہ کا حل اس وقت نکل سکتا ہے جب ہم اسلام کی اہمیت کو ماننے کے ساتھ ساتھ اپنی تہذیب کی جغرافیائی پہلو سے بھی حدود کا تعین کرتے ہیں اگر ہم اس خطے کی تہذیبی تاریخ کا جائزہ لیں تو تقریباً پانچ ہزار سال قدیم ہے ،اس سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ آریائوں کی آمد سے قبل بھی یہاں دیگر قومیں آباد تھیں یہ علاقہ بلند پایہ تہذیب کی جولان گاہ تھا مگر مورخین اس تاریخی حقیقت سے نابلدتھے۔ (۱) اور یہی اس خطے کی پہلی تہذیب تھی اس کے کوئی ایک ہزار سال بعد یہاں آریہ وارد ہوئے اور آریائی تہذیب کا مرکز بھی یہی علاقہ

نہ تھا اور نہ یہ قوم اس علاقے کی پیداوار تھی اس تہذیب کی قدامت کے پیش نظر اسے عراق اور وادی نیل کی قدیم تہذیبوں کے ہم عصر قرار دیا گیا۔ (۲(

تاریخی حوالے سے یہ بات ثابت ہے کہ اس خطے میں یہ دونوں ابتدائی قومیں اس علاقے کی پیداوار نہیں تھیں بلکہ مختلف دیگر علاقوں سے یہاں آکر آباد ہوئیں ۔ بعدازاں ایرانی تہذیب تقریباً دوسو برس تک مسلط رہی اور یہ اپنے ساتھ اپنا رسم الخط، فنون اور صنعتیں لائیں آہستہ آہستہ یہ تمام چیزیں مقامی تہذیب میں گھل مل گئیں ۔ تین سو قبل مسیح یونانی اپنا لباس اور اپنے فنکار یہاں چھوڑگئے پھر دوسال قبل مسیح بد ھ تہذیب کا عروج رہا اور اسی زمانے میں چین اور وسط ایشیا کی جانب سے کشن یہاں پر آئے اور گندھا را تہذیب پیدا ہوئی۔ گندھارا تہذیب کے ساتھ ساتھ رومن تہذیب کے اثرات بھی ہمیں نظر آتے ہیں ۔ بدھ مذہب کے زوال کے بعد پھر ہندو ریاستیں پیدا ہوئیں اور اس کے بعد اسلام کا دور شروع ہوا اور مختلف ممالک سے مسلمان اس علاقے میں وارد ہوئے ۔ اس صورت حال میں ہم کسی قوم اور تہذیب کو مکمل طور پر اس علاقے یا مٹی کی پیداوار نہیں کہہ سکتے ۔ ا ب یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتاہے کہ جب باقی تمام تہذیبیں اپنی جڑیں اپنی مٹی میں تلاش کرتی ہیں اور ان کو اس بات پر اعتراض بھی نہیں کہ ان کی تہذیبی جڑیں اسلامی تہذیب سے جڑتی ہیں یا غیر اسلامی تہذیب سے تو پھر ہم اس بات پر مصر کیوں ہیں ؟کہ ہم نے اپنا رشتہ محض اسلام سے ہی جوڑنا ہے ، چاہے اس کے لیے ہمیں اپنی مٹی سے ناتا ہی کیوں نہ توڑنا پڑے اور کچھ ماہرین تو تہذیب و ثقافت کی جڑوں کو مذہب میں اس طرح ڈھونڈتے ہیں کہ ان کے خیال میں اگر تہذیب و ثقافت کا جو ہر مذہب کو مان لیا جائے تو تمام مسائل اور جھگڑوں کا حل مل جائے گا۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کہتے ہیں کہ اسلام ایک ایسے طرز زندگی کا نام ہے جو ہماری زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کیے ہوئے ہے ۔ اگر کلچر کا جوہر مذہب کو مان لیا جائے تو کوئی جھگڑا باقی نہیں رہے گا ۔ (۳) ڈاکٹر عبادت بریلوی اگرچہ جغرافیائی حالات اور ان کے کلچر پر اثرات کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن پھر بھی ان کے نزدیک دینی عقائد کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے ۔ اس لیے کہتے ہیں کہ پاکستان حضرت علی ہجویری ؒ، حضرت میاں میر ؒ ، حضرت بابا فرید شکر گنج ؒ ، حضرت خواجہ بہائوالدین ذکریا ؒ اور حضرت بابا بلھے شاہ ؒ اور حضرت سلطان باہو ؒ کی سرزمین ہے..... جنھوں نے افراد میں ایک ایسے کلچر کو عام کیا جس کو بے باکی کے ساتھ برعظیم کا اسلامی کلچر کہا جاسکتاہے ۔ سیاسی تبدیلی یقینا کلچر کو متاثر کرتی ہیں لیکن بزرگوں کو پیدا کیا ہوا کلچر آج بھی روشنی کا مینار نظر آتا ہے۔ (۴(

کچھ ماہرین کے اس معاملے میں اپنے بیانات میں ہی ہمیں تضادات نظر آتے ہیں ۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ''کلچر کا مسئلہ '' میں ایک جگہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مذہب کی جڑیں انسان کی روح میں موجود ہوتی ہیں اور کلچر کی جڑیں زمین میں اُتری ہوتی ہیں (۵) جب کہ اس کتاب میں دوسری جگہ پر وہ اس کی نفی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہتے ہیں ۔ پاکستانی کلچر کی بحث میں دراوڑی ، آریائی تہذیبوں کے حوالے سے مسئلہ بہت اُلجھ گیا ہے مجھے یقین ہے کہ اگرآج قائد اعظم اور علامہ اقبال زندہ ہوتے اور ان سے دریافت کیا جاتا کہ جناب کے تصور میں ہندی اسلامی یا

پاکستانی کلچر میں قبل از تقسیم کی تہذیبوں کو کوئی اہمیت یا تقدیس ہے؟ تو ان کا جواب یقینا نفی میں ہوتا کیوں کہ اسلام کا تصور زندگی بالکل منفرد ہے ۔ لہٰذا اس کا تصور کلچر بھی مختلف ہے ۔ مسلمان جب ہندوستان میں وارد ہوئے تو وہ ایک نیا نظام فکر و احساس اپنے ہمراہ لائے اس نئے نظام فکر و احساس نے پچھلے احساسات بدل ڈالے عہد اسلامی سے پہلے جو کچھ گزراوہ اس خطے کی تاریخ ہے جسے مسلمانوں کے مقدس ورثے کی حیثیت حاصل نہیں (۶) اس بیان کی روشنی میں جو سوالات جنم لیتے ہیں وہ یہ ہیں کہ کیا کسی قوم کا تہذیبی ورثہ اس خطے کی تاریخ کو جانے بغیر مرتب کیا جاسکتاہے ؟ دوسرا یہ کہ کلچر قوم کا ہوتاہے یا عقیدوں کا ؟ اور تیسرا یہ کہ اگر کلچر کو جغرافیائی حدبندیوں کی بجائے اگر مذہبی حدود و قیود میں دیکھا جائے تو اس اعتبار سے اسلام کا تصور وطنیت جو کسی بھی جغرافیائی حد بندی کا قائل نہیں مسلمان ہونے کے ناطے وہ دنیا کے کسی بھی ملک میں رہتاہے یا کوئی سی زبان بولتاہے یا کوئی سابھی لباس پہنتاہے ۔ وہ اگر کلمہ گو ہے تو اس کی پہچان بحیثیت مسلمان کی ہے نہ ایرانی ، نہ عراقی، نہ افغانی اور نہ پاکستانی لیکن کیا ہم ان میں کسی بھی ملک کی تہذیب مرتب کرتے وقت اس کی تاریخی و جغرافیائی حد بندیوں کو نظر انداز کر سکتے ہیں ۔ کیافرعون مصرکی تہذیب کا جدید مصر سے یا عہد جاہلیت کی تہذیب سے عرب تہذیب کا کوئی تعلق نہیں ہے کیا ایرانی اپنی تہذیب درفش کادیانی سے نہیں جو ڑتے کیا عراقی اپنی تہذیبی جڑیں بابل کی تہذیب میں تلاش نہیں کرتے توپھر ہم اپنا تعلق موہجوداڑو، ہڑپہ اور گندھارا کی تہذیبوں سے کیوں نہیں جوڑ سکتے؟

کچھ اس قسم کی صورتِ حال ہمیں جمیل جالبی کے ہاں بھی نظر آتی ہے ۔ جہاں وہ ایک طرف اعتراف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ کلچر بیرونی اثرات تو ضرور قبول کرتاہے لیکن اس کی بھرپور نشوونما کے لیے ضروری ہے کہ اس کا تعلق اپنی تاریخ اور اپنی روایت سے گہرا اور براہِ راست ہو اور ساتھ ہی ساتھ اس سرزمین سے بھی جس میں اسے پھلنا پھولنا ہے ۔ (۷) وہاں دوسری طرف وہ پاکستان کے باشندوں کو اس ''ہندمسلم ثقافت'' کے وارث اور جانشین قرار دیتے ہیں جو برصغیر میں ایک ہزار سال دورِ حکومت میں پروان چڑھی ۔ کہتے ہیں ہم پاکستان کے سب با شندے اس ''ہند مسلم ثقافت '' کے وارث اور جانشین ہیں جو اس برصغیر میں مسلمانوں کے ایک ہزار سال دورِ حکومت میں یہاں کی فضا، مزاج ، آب وہوا اور میل جول کے زیراثر پروان چڑھی ہے ۔ جس میں عربوں کا مذہبی جوش اور آدرش بھی شامل ہے اور افغانوں ، ایرانیوں ، ترکمانوں اور مغلوں کا مزاج اور روح بھی (۸) اب سوال یہ پیدا ہوتاہے کہ اس ایک ہزار سال تاریخ میں جس میں انگریزوں کا دوسوسال دورِ حکومت بھی شامل ہے اور جس میں ہم اپنی زندگی کے تمام معاملات ہمارا لباس ، رہن سہن ، کھانے ، آداب معاشرت روزمرہ کے اوزار، رسم و رواج ، مصوری، موسیقی ،شاعری غرض کہ ہر چیز کی بنیاد اس تہذیب کو قرار دے رہے ہیں کیوں کہ یہ وہ منفرد کلچر تھا جس کی وجہ سے مسلمان قوم ہندومعاشرے میں شیر و شکر ہو نے کے باوجود ضم نہ ہوسکی۔ تو پھر ساتھ ہی اس بات کا رونا بھی روتے ہیں کہ گندھارا اور موہنجوداڑو کی تہذیبیں گوہماری موجودہ تہذیب سے مختلف ہیں لیکن وہ ہندو تہذیب سے بھی بالکل مختلف ہیں اور ان عظیم تہذیبوں کا ڈھانچہ ہمیں بطور ورثہ ملا ہے ۔

قدامت کے محاذ پر ہندوستان کا مقابلہ کرنے کا یہ ایک سیاسی طریقہ تھا لیکن یہ وہ پہلی غلطی تھی جس نے ''ہند مسلم ثقافت'' سے ہمارا رشتہ ضعیف کرنا شروع کیا اور برصغیر کی تقسیم کے ساتھ ساتھ ہم نے اپنے ذہنی وروحانی ورثے تہذیبی و تاریخی روایت کی بھی تقسیم کر دی اور خود کو یہ سمجھانے لگے کہ ہمارے تاریخی ورثے اور روایت کے جو جو مظہر ہندوستان میں رہ گئے ہیں وہ ہندوستان کی روایت و تاریخ کا حصہ ہیں اور جو جغرافیائی حدود کی رو سے ہمارے حصے میں آئے ہیں وہ ہماری روایت، ورثے اور تاریخ کا حصہ ہیں ۔ ہندمسلم ثقافت سے تہذیبی رشتے منقطع کرنے کے ذہنی رویے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے آگے پیچھے کی ساری سیڑھیاں غائب ہوگئیں اور ہم کھلے صحرا میں اکیلے رہ گئے ایک ایسے مسافر کی طرح جو چلچلاتی دھوپ میں راستہ بھول گیا ہو اور گرد کی دبیز چادر نے اس طرح لپیٹ لیا ہو کہ اسے دائیں بائیں کچھ نظر نہ آرہاہو (۹) اب ایک جانب ہم اس ماضی سے جان بھی چھڑانا چاہتے ہیں جس کی جڑیں ہڑپہ اور موہنجوداڑو سے ملتی ہیں کیوں کہ اس صورتِ حال میں ہمیں ان تاریخی حقائق، روایات اور شخصیات کو بھی ماننا پڑے گا جو ہندو مسلم میں مشترک ہیں اور یہ ہم ماننا نہیں چاہتے جب کہ دوسری جانب اُس تاریخ سے انحراف کی صورت میں ہم اپنے تہذیبی وتاریخی روایت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں جو ہمیں احساس ملکیت کا احساس دلاتے ہیں کیوں کہ ماضی کا تاریخی ورثہ وہ عظیم قوت ہے جو احساس وشعور کو نئے امکانات سے روشناس کراتارہتاہے ۔ ماضی کے شعور کے معنی یہ ہیں کہ ملک کی ساری تہذیب ، قوم و ملت کی ساری تاریخ اور پھر ان تہذیبوں کی تاریخ جنھوں نے اس کلچر کو متاثر کیا ہے ایک اکائی کی شکل میں ہمارے شعور میں زندہ رہیں نہ صرف زندہ رہیں بلکہ ایک نظام میں پیوست رہیں کیوں کہ کسی قوم کی کمزور تاریخ یا پھر عظیم تاریخ کا کمزور شعور تخلیقی صلاحیتوں کو مردہ اور سارے نظام اقدار وخیال کو تتر بتر کر دیتاہے۔

فیض احمد فیض کلچر اور دین کا باہم رشتہ تو مانتے ہیں لیکن ان کے خیال کے مطابق کلچر کے بہت سے اجزا ایسے ہیں جن کو مذہب یا دین متعین نہیں کرتا کہتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے کلچر کی بنیادہمارادین ہے ۔ دین باطنی چیز ہے دین کی وجہ سے زندگی کی بہت سی قدریں متعین ہوتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ کلچر کے بہت سے اجزا ایسے ہیں جن کو مذہب یا دین متعین نہیں کرتا خاص طور پر مذہب اسلام متعین نہیں کرتا۔ (۱۰) کیونکہ ہمارا دین یہ حکم نہیں دیتا کہ تم پنجابی میں گفتگو کرو اور فارسی میں نہ کرو ۔ اسی طرح ہمارا دین یہ نہیں کہتاکہ اس طرح کامکان بنائو اور اس طرح کی لباس پہنو اور کھانا پکانے کے یہ طریقہ اپنائو اگرچہ یہ تمام چیزیں بشمول فنون کے ہمارے کلچر میں شامل ہیں مگر دین اسلام کے احکامات سوائے اس کے وہ اصول شریعت کے مطابق ہو یعنی رزق میں حرام حلال کی تمیز اور لباس میں ستر پوشی کی شرائط کے علاوہ اسلام میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے ۔ فیض کے خیال میں قومی تہذیب میں اگر جان ہے تو خاص جغرافیائی حدود میں محدود نہیں رہتی اس کے اثرات دور دور تک پہنچتے ہیں اور دوسری تہذیبیں بھی اس سے متاثر ہوتی ہیں ہاں البتہ تاریخ کے حوالے سے تاریخ کا تعین کرنا ضروری ہے کیوں کہ تاریخ تو حضرت آدمؑ سے بھی شروع ہوتی ہے لیکن ہر قوم اپنے شعور کے مطابق اور اپنی سند کے مطابق

ایک نقطہ فرض کرلیتی ہے یا اختیار کر لیتی ہے کہ ہماری تاریخ یہاں سے شروع ہوگی وہ کوئی قطعی نہیں بلکہ فرضی نقطہ ہوتاہے ۔ (۱۱) اب یہ فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ ہم نے اپنی تاریخ کہاں سے شروع کرنی ہے ۔ سیاسی اعتبارسے تو ہماری عمر 39سال ہے اور تاریخی اعتبار سے ہماری سرزمین کی عمر پانچ ہزار برس ہے ۔ اس بارے میں فیض کہتے ہیں کہ ذاتی طور پر میں یہ سمجھتاہوں کہ چونکہ ہماری تہذیب میں دونوں عناصر شامل ہیں یعنی ایک طرف ہماری وطنیت اور دوسری طرف ہمارا دین اس لیے ہماری تاریخ 5ہزار سال پرانی ٹھہرے گی ہر چند کہ اس میں تین یا چار ہزار سال کی تہذیب ہندوستان کے ساتھ مشترک ہے اور اس تہذیب وروایات ہندوستان کے ساتھ منسلک ہیں لیکن اس میں ایک حصہ ایسا ہے جو کہ ہندوستان کے ساتھ مشترک نہیں ہے یا ہندوستان کے غیر مسلموں کے ساتھ مشترک نہیں ہے ۔ وہ ایک ہزار سال کا حصہ ہے جو کہ اسلامی دور کا حصہ ہے اور اس دور کی جو تہذیبی روایات ہیں اس کا فن اس کے عقائد اس کے رہنے سہنے کے طریقے اس کے رسم و رواج وہ غیر مسلموں کے اور ہندوستانیوں کی تہذیبی روایتوں سے قطعی مختلف ہیں چنانچہ یہ چیز ہم کو ہندوستان سے ممیز کرتی ہے دوسری طرف ہماری پہلو چار ہزار سال کی تاریخ ہے یہ ہم میں اور باقی اسلامی ممالک میں مشترک نہیں ہے۔ ایک ہزار سال کی اسلامی روایات دوسرے اسلامی ممالک سے مشترک ہیں لیکن چار ہزار سال کی ہماری مقامی روایات ہیں اور پاکستانی روایات ہیں یعنی وطنی روایات جو کسی دوسرے اسلامی ممالک کے ساتھ مشترک نہیں ہیں (۱۲) گویا فیض کے نزدیک قومی ثقافت میں ہر وہ چیز شامل ہے جو کسی سرزمین میں موجود ہے تاریخی اعتبار سے اس سرزمین کی تاریخ شروع ہوتی ہے اس وقت سے لے کر اس وقت تک جو علوم و فنون اور جو کچھ اس ملک میں ثقافت کی صورت میں موجود ہے ۔ اس ملک کا ہے اس قوم کا ہے وہ اس کا سرمایہ ہے اور اس کا اثاثہ ہے ۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اگر چہ کلچر کے جوہر مذہب کو قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر اس کو مان لیا جائے تو کوئی جھگڑے باقی نہ رہیں گے لیکن ساتھ ہی ساتھ ثقافت کے جغرافیائی پہلو کے بھی قائل ہیں اور جغرافیائی حدبندی میں وہ تاریخی تناظر کو بھی اہمیت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ مجھے ان لوگوں سے اتفاق نہیں جو پاکستانی کلچر کو اس کے تاریخی تناظر سے الگ کر کے یہ کہہ رہے ہیں کہ میر اور غالب تک کااس میں کوئی تعلق نہیں کیوں کہ وہ تو اس سرزمین میں پیدا ہی نہیں ہوئے تھے جو آج ہمارے پائوں تلے ہے پاکستانی ثقافت کو اس کے تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اس میں اردو زبان کے ساتھ ساتھ فنونِ لطیفہ رقص اور موسیقی بھی شامل ہے ۔ اِ ن تینوں کی آبیاری میں مسلمانوں نے سارے جنوبی ایشیا میں ایک نمایاں کردار ادا کیا اور یہ ثقافتی ورثہ پاکستان کا بھی ہے اور ہندوستان کا بھی اور اس میں کوئی خطرے کی بات نہیں اگر ریاست ہائے متحدہ امریکہ برطانیہ سے آزاد ہوکر شیکسپیئر ،شیلے ، ملٹن اور کیٹس سے لطف اندوزی سے محروم نہیں اگر بلجیم کے فرانسیسی علاقے کے لوگ فرانس کے ادب میں دلچسپی لے سکتے ہیں اگر مشرقی جرمنی مغربی جرمنی اور آسٹریا ایک ہی جرمن ادب سے لطف اندوز ہوسکتے ہیں اگر سپین کے پہلو بہ پہلو لاطینی امریکہ بہت سی آزاد مملکتیں سپینی

ادب سے آسودگی کا سامان پاتی ہیں ان میں سے کسی کی آزادی کو خطرہ پیدا نہیں ہوگا تو ہم بھی اردو زبان کے تمام شعراء کے کلام کو اپنا ثقافتی ورثہ قرار دے سکتے ہیں خواہ وہ ہندوستانی علاقوں میں پیدا ہوئے ہیں یا پاکستانی علاقوں میں ۔ (۱۳(

ڈاکٹر وزیر آغا کلچر کو جغرافیہ پیداوار قرار دیتے ہیں ۔ ایک خیال کے مطابق جب کوئی خطہ ارضی ، بعض قدرتی حدبندیوں کے باعث دوسرے خطوں سے کٹ جائے تو کچھ ہی عرصہ کے بعد اس خطہ میں زندگی بسر کرنے کا ایک ایسا اسلوب پیدا ہوجاتاہے جو دوسرے خطوں کے اسالیب حیات سے مختلف ہوتاہے ۔ جہاں تک پاکستانی کلچر کا تعلق ہے تو فیصلہ کرنا باقی رہ جاتاہے کہ ہم پاکستانی کلچر کا دور کہاں سے اٹھانے کے حق میں ہیں اس بارے میں وزیر آغا کہتے ہیں کہ پاکستانی کلچر کا کچا مدار وہی ہے جو آج سے تقریباً پانچ ہزار برس قبل وادی سندھ کی تہذیب میں موجود تھا وہ لوگ جن کا موقف ہے کہ آج کی پاکستانی تہذیب کا وادی سندھ یعنی موہنجوداڑو اور ہڑپہ کی تہذیب سے کوئی علاقہ نہیں دراصل تاریخ اور تہذیب کے اچھے طالب علم نہیں ہیں ۔ ان کے اذہان میں یہ غلط خیال جڑ پکڑ چکا ہے کہ وادی سندھ کی تہذیب ہندو تہذیب تھی۔ (۱۴(

وزیر آغا کے خیال کے مطابق یہ خیال تاریخ اور آثار و صنادید کے مطالعہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے کیوں کہ حقیقت میں وادی سندھ کی تہذیب آریائوں کی تہذیب سے مختلف ہے اور اس وادی میں تہذیب کا بیج سمیریا یعنی موجودہ عراق سے آیا ہے اور اسی حقیقت کا اظہار '' تاریخ تہذیب انسانی'' کے مصنف صاحبزادہ عبدالرسول نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے ۔ اس اعتبار سے وادیٔ سندھ کی تہذیب عرب تہذیب سے زیادہ متاثر تھی۔ اس حوالے سے وزیر آغا کہتے ہیں کہ عربی تہذیب سے متاثر وادی سندھ کی اس تہذیب کے شواہد آج کے پاکستانی معاشرے میں صاف نظر آتے ہیں ۔ مثلاً موہنجوداڑوکی تختیوں پر جس بیل گاڑی کی تصویر کندہ ہے وہ نہایت معمولی تبدیلیوں کے ساتھ آج بھی سندھ اور پنجاب کے میدانوں میں چل رہی ہے ۔ پھر ان تختیوں پر جس باریش شبیہ نظر آتی ہے وہ آج بھی ہمارے کھیتوں میں ہل چلاتے اور الغوزا یا بانسری بجاتے مل جاتا ہے ۔ لطف یہ ہے کہ سندھ کے دیہات میں اس کی وضع قطع حتیٰ کہ اس کی ڈاڑھی کی تراش خراش میں بھی کوئی خاص تبدیلی نہیں آتی ..... یہی حال اس کے لباس کا ہے جس میں تہ بند (تہمد) کو موہنجوداڑو ، ہڑپہ کے زمانے میں بڑی اہمیت حاصل تھی اور جو آج کے پاکستانی معاشرے میں بھی سب سے زیادہ مروج لباس ہے ۔ ۱۵ـہ

ان تمام مباحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کلچر نہ تو دوسری اشیا کی طرح درآمد کیا جا سکتاہے اور نہ ہی اسے آرڈر پر تیار کروانا ممکن ہے ۔ کلچر تو ایک خاص زمین میں موجود مختلف عناصر کا مجموعہ ہے اور ان عناصر کے باہم ملاپ سے ایک علاقے کا کلچر وجود میں بھی آتاہے اور پروان بھی چڑھتا ہے ان عناصر میں اس علاقے کے موسم، آب و ہوا، پانی ، خون کا گروپ ، لباس ، رسم ورواج، انداز و اطوار ، مذہب ، عقائد ۔ رہن سہن کے طریقے فنون لطیفہ ، روایات ، قوانین سب کچھ شامل ہوتاہے اور یہی وہ عناصر ہیں جن کی وجہ سے کسی خاص خطہ زمین کے کلچر کو دوسری ثقافتوں سے جدا کر کے دکھانا ممکن ہے کلچر میں مذہب ایک عنصر کی حیثیت رکھتاہے

لیکن مذہب کی بنیاد پر کلچر وجود میں نہیں آتا۔ کلچر کا تعلق زمین سے ہے اور اس کی جڑیں اسی مٹی میں مضبوط ہوتی ہیں اور اس جگہ یہ پروان چڑھتا ہے جہاں کی یہ پیداوار ہے ۔ نہ تو غیر کی مٹی میں کلچر کا پودا پروان چڑھ سکتاہے اور نہ ہی کسی اور جگہ کا پودا اس مٹی میں اپنی جڑیں مضبوط کر سکتاہے ۔ یہی وجہ ہے کہ کلچر کا پودا وہاں پروان چڑھ کر پھلتا پھولتاہے جہاں مٹی بھی اپنی ہو اور وہاں کے رہنے والے اسے اپنا سمجھ کر اس کی آبیاری کریں ۔ اس کا فیصلہ ہمیں کرنا ہوگاوہ کونسی مثبت صفات ہیں جنھیں ملا کر ایک نئی شکل دی جاسکتی ہے اور وہ کونسے منفی عناصر ہیں جنھیں خارج کرنے کی ضرورت ہے ۔ کلچر چونکہ جغرافیہ کی پیداوار ہے اور ریاست ہمیشہ ایک نئے جغرافیہ کو وجود میں لاتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ نئی ریاست کے وجود میں آتے ہی کلچر اپنی صورتیں بدلنے لگتاہے اور نئی سرحدوں کے اثرات اس پر نمایاں ہونے لگتے ہیں ۔ مگر یہ ذہن میں رہے کہ نئی ریاست کے وجود میں آنے سے اس کی صورتیں ضرور بدلتی ہیں مگر اس کی تاریخ نہیں بدلتی ۔ لہٰذا پاکستانی کلچر کے خدوخال کو تشکیل دیتے ہوئے ہمیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ابھی پاکستان کو وجود میں آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا اس لیے اس کے کلچر کے واضح اور مضبوط خدوخال تو موجود نہیں ہیں لیکن آئندہ آنے والے سالوں میں ہم ایک منفرد کلچر وجود میں لے آئیں گے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم تاریخ سے اپنا رشتہ مضبوط رکھیں اور مذہب کو کلچر کا کلیدی عنصر مانتے ہوئے اپنے کلچر کے خدوخال کو تشکیل دیں اسی میں ہماری کامیابی کا راز مضمر ہے ۔

حوالہ جات:

)۱(صاحبزادہ محمد رسول ، تاریخ تہذیب انسانی ،حصہ اول(سرگودھا: یونی ورسٹی آف سرگودھا، ۲۰۰۸)، ص ۹۵

)۲(صاحبزادہ محمد رسول ، تاریخ تہذیب انسانی ،حصہ اول ، ص۹۵

)۳(عبدالسلام خورشید، ''پاکستانی ثقافت کی شناخت'' مشمولہ ، ادبی مذاکرے ، مرتبہ، شیما مجید(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء) ، ص ۶۸۴

)۴(ڈاکٹر عبادت بریلوی، ''پاکستانی ثقافت کی شناخت'' مشمولہ ، ادبی مذاکرے، مرتبہ: شیمامجید(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء)، ص ۸۲۔۶۸۱

)۵(عبداللہ ، سید ، ڈاکٹر۔ کلچر کا مسئلہ (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۷ء)،ص۱۲۳

)۶(ایضاًص ۸۷

)۷(جمیل جالبی ، ڈاکٹر ۔ پاکستانی کلچر۔(اسلام آباد: نیشنل بُک فائونڈیشن ، ۱۹۸۸ء)،ص۶۱

)۸(ایضاً ص ۷۰

)۹(ایضاًص ۶۹

)۱۰(فیض احمد فیض، پاکستانی کلچر اور قومی تشخص کی تلاش، مرتبہ: شیما مجید(لاہور: فیروز سنز ، ۱۹۸۸ء)، ص: ۲۰

)۱۱(ایضاًص ۲۱۔ ۲۲
)۱۲(ایضاًص ۳۴
)۱۳(ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، ''پاکستانی ثقافت کی شناخت'' ،ص ۶۸۸۔ ۶۸۷
)۱۴(وزیر آغا، کلچر کے خدوخال(لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء)،ص ۸۴
)۱۵(ایضاًص ۸۵
/...../